سُورۂ فاتحہ

کی آسان تفسیر وتشریح

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

اُستاذ الحدیث ومفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

www.besturdubooks.com

سورۂ فاتحہ

کی آسان تفسیر وتشریح

www.sukkurvi.com

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ

سو آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے، بیشک آپ کھلے ہوئے حق پر ہیں

www.iqbalkalmati.com

سورۂ فاتحہ

کی آسان تفسیر و تشریح

اس میں سورۂ فاتحہ کا تعارف، فضائل، مضامین، ترجمہ، مختصر تفسیر اور قرآنِ کریم کے شروع میں اس کے لانے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
اُستاذ الحدیث و مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

www.sukkurvi.com

طباعت جملہ حقوق بحق مکتبۃ الاسلام کراچی محفوظ ہیں

الحمد للہ اگرچہ "سورۂ فاتحہ کی آسان تفسیر و تشریح" کی تصحیح وطباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد سازی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

باہتمام : شاہد محمود
طبع جدید : شوال ۱۴۴۴ھ - مئی ۲۰۲۳ء
ناشر : مکتبۃ الاسلام کراچی
فون : 0300-8245793
ای میل : shahidflour68@gmail.com
ویب سائٹ : www.sukkuriv.com

QR CODE

اس تفسیر کے تمام دروس
www.sukkurvi.com
کے سیکشن "درسِ قرآن کریم" میں موجود ہیں

ملنے کا پتہ

ادارۃ المعارف کراچی
احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی
موبائل : 0300-2831960
فون : 021-35123161 ، 021-35032020
ای میل : Imaarif@live.com

www.sukkurvi.com

فہرست عنوانات

مضامین	صفحہ
تمہید	۷
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا	۷
قرآنِ مجید بہت بڑی نعمت ہے	۱۱
سورۂ فاتحہ کا تعارف	۱۱
سورۂ فاتحہ کے فضائل	۱۲
سورۂ فاتحہ موجبِ شفا ہے	۱۳
بچھو کے ڈسنے کا علاج	۱۴
سورۂ فاتحہ موجبِ حفاظت ہے	۱۵
سورۂ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان مشترک ہے	۱۶
سورۂ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ	۱۷
قرآنِ کریم پڑھنے کے چند آداب	۲۰
﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ہر سورت کا جز ہے یا نہیں؟	۲۲
سورۂ فاتحہ کے ختم پر ''آمین'' کہنے کا حکم	۲۳
سورۂ فاتحہ	۲۷
﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کی تشریح	۲۸
مخلوق کی تعریف دراصل خالق کی تعریف ہے	۲۸
''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کلمۂ شکر اور کلمۂ دعا بھی ہے	۲۹
﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی تشریح	۳۰

www.sukkurvi.com

مضامین	صفحہ
اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے مالک ہیں	۳۰
﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کی تشریح	۳۱
اللہ تعالیٰ کی رحمت غصّے پر غالب ہے	۳۱
﴿مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ کی تشریح	۳۳
اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مالک ہیں	۳۳
﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کی تشریح	۳۴
دُنیا میں آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے	۳۴
عبادت کی کتنی قسمیں ہیں؟	۳۶
عبادت کی توفیق اللہ تعالیٰ کی عطا ہے	۳۷
مخلوق سے مدد مانگنے کا حکم	۳۷
﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ کی تشریح	۳۹
صراطِ مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ	۳۹
﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ کی تشریح	۴۰
صراطِ مستقیم کن لوگوں کا راستہ ہے؟	۴۰
﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ کی تشریح	۴۲
صراطِ مستقیم اِن لوگوں کا راستہ نہیں	۴۲
صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے تین کام ضروری ہیں	۴۳
صراطِ مستقیم کی بار بار دعا مانگنے میں حکمت	۴۵
سورۂ فاتحہ کو قرآنِ کریم کے شروع میں رکھنے کی حکمت	۴۷

www.sukkurvi.com

تمہید

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، اَمَّا بَعْدُ.

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا

احقر کے بعض احباب کو الحمد للہ قرآنِ کریم کی تفسیر اور سیرتِ طیبہ کے مطالعہ کا نہ صرف شوق ہے بلکہ روزانہ مطالعہ کرنے کا معمول بھی ہے، چنانچہ وہ تفسیرِ عثمانی، تفسیر معارفُ القرآن کا کئی بار مطالعہ کر چکے ہیں، اگر کوئی مقام اُن کے سمجھ میں نہ آتا تو وہ اس پر نشان لگا کر احقر کے پاس لاتے اور اسکو سمجھتے تھے، اس دوران انھوں نے کئی بار مجھ سے فرمائش کی کہ آپ قرآنِ کریم کا درس بھی ہفتہ وار شروع کریں، بندہ اپنی کم علمی اور بے مائگی کا عذر کرتا رہا، لیکن اُن کا اصرار بڑھتا رہا، بالآخر بندہ نے اُن کی فرمائش قبول کرلی۔

اُن دنوں شیخ الاسلام سیدی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدّظلہم العالی کی

مختصر تفسیر ''آسان ترجمۂ قرآنِ کریم'' تازہ تازہ منظر عام پر آئی تھی، جو قرآنِ کریم کی سابقہ اردو تفاسیر اور تراجم میں متعدّد وجوہ سے فائق اور منفرد ہے، اور اسکا اندازِ بیان بہت آسان اور عام فہم ہے، لہٰذا بندہ نے قرآنِ کریم کے درس کے لئے اس کو منتخب کیا، اور بنامِ خدا ہفتہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اس کا درس دینا شروع کیا جو الحمد للہ تبارک و تعالیٰ ۱۹/ ربیع الاول ۱۴۲۹ ہجری، بمطابق ۲۷/ مارچ ۲۰۰۸ سے تاحال جاری ہے اور ''سورۂ نحل'' تک اس کا درس ہوچکا ہے، اور تمام دروس احقر کی ویب سائٹ www.sukkurvi.com پر موجود ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسکو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قبول فرمائیں، آمین۔

قرآنِ کریم کے اس درس میں کراچی شہراور دار العلوم کراچی اور اسکے قرب وجوار کے بعض احباب شریک ہوتے ہیں، اور کچھ احباب دوسرے شہروں سے تشریف لاتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ اس درس سے انھیں فائدہ ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض احباب نے اس مختصر تفسیر وتشریح کے شائع کرنے پر زور دیا، شروع شروع میں بندہ یہ سمجھتا تھا کہ اردو میں قرآنِ کریم کی تفاسیر کا کثیر ذخیرہ موجود ہوتے ہوئے اسکی اشاعت کی ضرورت نہیں، دوسرے یہ الگ سے کوئی مستقل تفسیر نہیں، بلکہ ''آسان ترجمۂ قرآنِ کریم'' اسکی اصل اور بنیاد ہے، اُسی کی یہ تفسیر وتشریح ہے، لہٰذا اسکی اشاعت کی بظاہر ضرورت نہیں، پھر بندہ یہ بھی سوچتا تھا کہ اس تفسیر وتشریح کی بظاہر تین چار جلدیں ضرور انشاء اللہ تعالیٰ ہوجائیں گی، انھیں کون پڑھے گا؟ مختصر تفسیر کے لئے ''آسان ترجمۂ قرآنِ کریم'' کافی ہے، اور تفصیل کے لئے ''معارف القرآن'' کافی وشافی ہے۔

جب بندہ نے اپنے احباب کے سامنے یہ صورتحال ذکر کی تو انھوں نے ایک درمیانی راہ نکالی کہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ ایک ایک سورت کی تفسیر شائع کریں، اور چھوٹی سورتوں میں ایک سے زیادہ سورتوں کی تفسیر یکجا شائع کریں اسطرح جلدیں تو بلاشبہ متعدّد ہوں گی لیکن اُن کا مطالعہ کرنا انشاء اللہ تعالیٰ آسان بھی ہوگا، اور مفید بھی

www.sukkurvi.com

ہوگا، بندہ کو بھی یہ صورت پسند آئی، لیکن ان دروس کو لکھنا اور قابلِ اشاعت بنانا کوئی آسان کام نہ تھا، اسلئے بندہ خاموش ہوگیا۔

پھر یہ ہوا کہ عزیزم مولوی محمد عباس سلّمہ جو جامعہ دار العلوم کراچی کے وقیع شعبۂ حدیث ''موسوعۃ الحدیث'' میں حدیث شریف کی خدمت میں مشغول ہیں، منجانبِ اللہ ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ وہ احقر کی ویب سائٹ سے قرآنِ کریم کے یہ دروس نقل کر کے اور کمپوز کر کے احقر کو دکھائیں، اور ترمیم وغیرہ کر کے ان کو قابلِ اشاعت بنائیں، اور ان میں اسکی صلاحیت بھی محسوس ہوئی، چنانچہ بھائی محمد سلیم صاحب اور بھائی عرفان صاحب جو ان دروس کی اشاعت کے اصل محرّک ہیں انھوں نے ہاتھوں ہاتھ ان کی خدمت قبول کی، اسطرح منجانبِ اللہ انکی کتابت وطباعت کا انتظام ہوگیا، جو محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے، اسطرح سورۂ فاتحہ کی ''آسان تفسیر وتشریح'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بندہ صاف عرض کرتا ہے کہ اللہ جلّ شانُہٗ کے عظیم کلام کا ترجمہ اور تفسیر وتشریح کرنا کسی بندہ کے بس کی بات نہیں جب تک اسکی توفیق شاملِ حال نہ ہو، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت اور اُسکی حقیقت اپنے ناقص علم اور ناقص الفاظ میں بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، بندہ نے اپنے احباب کے اصرار پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیّت سے ''آسان ترجمۂ قرآنِ کریم'' کو اصل بنا کر یہ درس شروع کیا ہے، اور اسکی اشاعت کی ابتداء کی ہے، اللہ پاک مجھے اسمیں اخلاص عطا فرمائے، اور ٹھیک ٹھیک اپنی رضا کے مطابق اسکے انجام دینے کی کامل توفیق عطا فرمائے، اور اپنے فضل وکرم سے پڑھنے والوں کے لئے اسکو نافع اور مفید بنائے، اور بندہ اور اسکے رُفقاء اور اسکے شائع کرنے والوں کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

بندہ پھر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس بے مثال کلام یعنی قرآنِ کریم کی خدمت کے لئے جس علم کی ضرورت ہے، بندہ اس سے خالی ہے، لیکن مالک کا یہ کلام

www.sukkurvi.com

ہے، وہ جس ذرۂ بے مقدار سے کام لینا چاہے لے لیتا ہے، اسلئے اسمیں جو اچھی اور مفید بات معلوم ہو وہ محض منجانبِ اللہ ہے اور اُسکی توفیق سے ہے، اور اگر کوئی کوتاہی یا غلطی ہو تو وہ بندہ کی نااہلی کی وجہ سے ہے، اُس پر مطّلع فرماکر ممنون فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں التجاء ہے کہ وہ اس خدمت کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، اور اسے مسلمانوں کے لئے مفید بنائے، اور بندہ اور راسکے رفقاء کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمين ثُمَّ آمين، بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ، وعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ، وَعَلَى مَنْ تبعهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَمَا تَوْفيقي إلاَّ بِاللهِ، عَلَيْهِ توكّلْتُ وَإِلَيْه أُنيبُ.

۷، جمادی الاولیٰ
۱۴۴۱ھ
شبِ جمعہ

بندہ عبدالرّؤف سکھروی عفا اللہ عنہ
(استاذ الحدیث و مفتی جامعہ دار العلوم کراچی)

www.sukkurvi.com

قرآنِ مجید بہت بڑی نعمت ہے

قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کا پیارا کلام ہے اور ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس سے بڑی نعمت کیا ہوگی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے، اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں عطا فرمایا ہے، یہ ایسا پیارا کلام ہے کہ چاہے شروع سے پڑھو یا درمیان سے پڑھو یا آگے سے پڑھو، سب نور ہی نور ہے اور ہم سب کو قرآنِ پاک اسی نیت سے پڑھنا، سننا اور سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

سورۂ فاتحہ کا تعارف

سورۂ فاتحہ جس طرح قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب میں سب سے پہلی سورت ہے، اسی طرح یہ وہ پہلی سورت ہے جو مکمل طور پر سب سے پہلے نازل ہوئی ہے، باقی سورتیں ایسی ہیں کہ بیک وقت مکمل نازل نہیں ہوئیں، بلکہ بعض سورتوں کی بعض آیتیں پہلے نازل ہوئیں اور بعض بعد میں، اس طرح سے آگے پیچھے نازل ہوئیں، پھر ان کو یکجا کیا گیا تو پوری سورت بن گئی، مگر سورۂ فاتحہ ایک ساتھ پوری نازل ہوئی ہے۔

سورۂ فاتحہ قرآنِ کریم کے شروع میں لکھی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآنِ کریم کے اہم اور بنیادی مضامین آگئے ہیں، اس لحاظ سے یہ قرآنِ کریم کا خُلاصہ بھی ہے۔ اور حضرات مفسرین نے اس سورت کے تقریباً **پچیس نام** ذکر فرمائے ہیں (1)، اس کا مشہور نام ''سُوْرَةُ الفَاتِحَـــة'' ہے، اس کے علاوہ ''أُمُّ الْكِتَابِ''،

---

(1) قال السيوطي في "الإتقان في علوم القرآن" ٣٤٩/٢ - طبعة وزارة الشؤون الإسلامية السعودية:- قد وقفت لها على نيف وعشرين اسمًا وذلك يدل على شرفها... الخ.

"أُمُّ الْقُرْآنِ"، اور "السَّبْعُ الْمَثَانِی" بھی اس کے نام ہیں[۱]، "السَّبْعُ الْمَثَانِي" اس کو اسلئے کہتے ہیں کہ "السَّبْعُ" سے مراد سات آیتیں ہیں کیونکہ اس سورت میں سات آیتیں ہیں، اور "الْمَثَانِي" اسکو اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ نماز کی ہر رکعت میں دُہرائی جاتی ہیں[۲]۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل

اب سورۂ فاتحہ کے کچھ فضائل بیان کئے جاتے ہیں، اور فضائل اس لئے بیان کئے جاتے ہیں تاکہ جس چیز کے فضائل بیان کئے جائیں اُس کی قدر و قیمت اور شوق دل میں پیدا ہو اور سننے والا اور پڑھنے والا دل و جان سے اس کی قدر کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس لئے سورۂ فاتحہ کی کچھ اہمیت، فضیلت اور تشریح کی جاتی ہے۔ احادیثِ طیّبہ میں اس سورت کے بڑے فضائل آئے ہیں جن میں سے چند فضائل مندرجہ ذیل ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآنِ کریم کی ایسی سورت ہے کہ ایسی سورت نہ تورات میں ہے، نہ زبور میں اور نہ انجیل میں، اور نہ اسکے علاوہ باقی قرآنِ کریم میں ہے[۳]۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ پاک نے عرش کے نیچے ایک خزانہ بنایا ہے، اس میں سے صرف چار چیزیں زمین پر اُتاری ہیں اور کوئی چیز نہیں اُتاری (یعنی اللہ تعالیٰ نے اس خزانے میں سے صرف چار چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آپ کی اُمت کو عطا فرمائی ہیں) ان چار چیزوں میں سے ایک سورۂ فاتحہ ہے، دوسری آیت الکرسی ہے، تیسری سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں، جن میں صرف دعائیں ہیں، اور چوتھی سورۂ کوثر ہے، یہ چار

---

(۱) سنن الترمذي ١٩٨/٥ (٣١٢٤) دار الغرب الإسلامي - تحقيق: بشار.

(۲) فتح الباري لابن حجر العسقلاني ١٥٨/٨ طبعة دار المعرفة - بيروت.

(۳) سنن الترمذي ٥/٥ (٢٨٧٥).

چیزیں اللہ پاک نے اس خزانے سے دی ہیں (۱)۔

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے بارے میں ایک اور عجیب روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ اچانک آواز سنائی دی کہ جیسے کوئی دروازہ کھلا ہوتو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج آسمان کا وہ دروازہ کُھلا ہے جو آج تک اس سے پہلے کبھی نہیں کُھلا اور یہ آواز جو سنی گئی ہے یہ اس دروازہ کے کھلنے کی ہے، اور اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا ہے وہ بھی پہلی مرتبہ زمین پر اُترا ہے، اتنے میں اُس فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا اور کہا کہ میں آپ کی خدمت میں دو نور لے کر آیا ہوں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، ان میں سے آپ جو بھی مانگیں گے اللہ تعالیٰ آپ کے سوال کو رد نہیں فرمائیں گے، ان میں سے ایک سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں (۲)، ان دونوں میں دعائیں ہیں اور یہ ایسی دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں اور یہ انسان کی دین و دنیا کی فلاح وکامیابی کے لئے کافی وشافی ہیں۔

سورۂ فاتحہ موجبِ شفا ہے

سورۂ فاتحہ کا ایک نام ''الشِّفَاء'' بھی ہے، جب پورا قرآن شریف موجبِ شفا ہے تو اس کا مقدمہ اور اس کا خلاصہ کیسے موجبِ شفا نہ ہوگا، یہ سورت حقیقت میں روحانی شفا ہے جو دلوں کے امراض کو دور کرنے والی ہے، اور آدمی کو سب سے زیادہ سنگین بیماری کفر وشرک سے نجات دینے والی ہے، اسی طرح جسمانی بیماریاں بھی اس سے دور ہوتی ہیں، اور متعدّد احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۲۳۵ (۷۹۲۰). طبعة مكتبة ابن تيمية—القاهرة.

(۲) صحيح مسلم ۱/۵۵٤ (۸۰٦) تحقيق محمد فواد عبد الباقي.

www.sukurvi.com

کرنے سے شِفا ہوتی ہے، چنانچہ بعض روایات میں یہ فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کے لئے شِفا ہے(۱)، یعنی ہر بیماری میں اس کو پڑھ کر دم کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، تو جس طرح یہ سورت روحانی امراض کے لئے شِفا ہے اسی طرح یہ جسمانی امراض میں بھی باعثِ شِفا ہے، اسی لئے جب کوئی تکلیف ہو تو اس کو پڑھ کر دم کر لیا کریں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سورت کو پڑھ کر دم کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

بچھو کے ڈسنے کا علاج

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کو سانپ یا بچھو ڈس لے تو اس کی تکلیف دور کرنے کے لئے بھی سورۂ فاتحہ کا دم مفید ہے، اس کا ایک واقعہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے، وہاں ایک تالاب تھا، اس کے قریب انہوں نے قیام کیا، اِن بستی والوں نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور مہمان نوازی کا حق بھی ادا نہ کیا، اتفاق سے ان لوگوں کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا، انہوں نے اپنے طور پر بہت کوشش کی کہ یہ تکلیف دور ہو جائے مگر دور نہیں ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آیا اور دریافت کیا کہ تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے وہ بڑی تکلیف میں ہے، تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں دم کرنا جانتا ہوں، چنانچہ یہ اس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے گئے، انہوں نے فرمایا کہ میں دم اس شرط پر کروں گا کہ میں اتنی بکریاں لوں گا، وہ لوگ اس بات پر تیار ہو گئے، انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ماشاء اللہ فائدہ ہوا، جب یہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکریاں لے کر آئے تو دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ یہ تم نے قرآن شریف کے بدلے

(۱) سنن الدارمي ٤/٢١٢٢ (٣٤١٣) طبعة دار المغني - تحقيق: حسين سليم أسد الداراني.

www.sukkurivi.com

میں بکریاں لے لیں، یہ ہمیں صحیح نہیں لگ رہا، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر پوچھیں گے کہ ان بکریوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں، چنانچہ یہ لوگ جب بکریاں لے کر سفر سے واپس لوٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بکریاں لینا جائز ہے اور اس میں میرا بھی حصہ رکھنا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا تا کہ اطمینان ہو کہ ہم نے جو بکریاں لی ہیں یہ بالکل جائز ہے اور ان کا استعمال کرنا جائز ہے[1]۔

اسی حدیث کی وجہ سے حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ دم کر کے یا جائز کلمات پر مشتمل تعویذ لکھ کر اُجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ دراصل علاج ومعالجہ ہے، اور علاج ومعالجہ کی طے کردہ اُجرت لینا جائز ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعویذ قرآنِ مجید کی آیت پر مشتمل ہو یا حدیث شریف کی دعا پر یا ایسے کلمات پر جو شرکیہ اور کفریہ نہ ہوں اور موہِم شرک وکفر بھی نہ ہوں، اس پر طے کر کے اُجرت لینا جائز ہے، دلیل یہی واقعہ ہے جو حدیث شریف میں آیا ہے۔

خُلاصہ یہ ہے جس طرح یہ سورت روحانی امراض کے لیے موجبِ شِفا ہے اسی طرح یہ سورت جسمانی امراض کے لیے بھی موجبِ شِفا ہے، تکلیف اگر زیادہ ہو تو سات دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا چاہئے، اس سے کم بھی پڑھ سکتے ہیں اور زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ موجبِ حفاظت ہے

سورۂ فاتحہ موجبِ حفاظت بھی ہے، اس کے پڑھنے سے پڑھنے والے کی حفاظت ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی آدمی رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لے تو موت کے علاوہ ہر موذی چیز سے وہ

(۱) صحیح البخاری ۱۳۳/۷ (۵۷۴۹) -نحوہ- طبعة دار طوق النجاة.

محفوظ ہو جاتا ہے [۱]، اس لئے سونے کے معمولات میں سب سے پہلے **سورۂ فاتحہ**، پھر **آیۃ الکرسی** اور **چارقل** پڑھنے کا دائمی معمول ہونا چاہئے، کم از کم ایک مرتبہ اور تین تین مرتبہ پڑھنا افضل ہے، پڑھ کر ہاتھوں میں دم کرے اور پھر جہاں تک ہاتھ جائے اس کو اپنے جسم پر پھیرلیں، بچے ہوں تو اُن پر بھی دم کر دیں، اس سے بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور امان میں رہتا ہے، پھر نہ کوئی جادو اثر کرتا ہے، نہ کوئی آسیب تنگ کرتا ہے، نہ ہی کوئی شیطان پریشان کرتا ہے اور نہ ہی کوئی موذی جانور تکلیف دیتا ہے۔

سورۂ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان مشترک ہے

اس سورت کی ایک عجیب وغریب فضیلت اور بھی ہے جو صحیح مسلم کی حدیث میں آئی ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، نماز سے مراد نماز کا اہم حصّہ یعنی **سورۂ فاتحہ** ہے، کیونکہ کوئی بھی نماز اس سے خالی نہیں ہے، بلکہ نماز کی کوئی رکعت اس سے خالی نہیں ہے، ہر نماز کی ہر رکعت **سورۂ فاتحہ** سے شروع ہوتی ہے، چنانچہ جب بندہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ''میرے بندے نے میری حمد کی''، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے حمد وثنا ہے، اس کے بعد جب بندہ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ''بندے نے میری بڑائی بیان کی''، کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کو ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' نہیں ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہے، جب بندہ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی''، بزرگی کے معنیٰ بھی بڑائی کے ہیں، (دنیا میں پھر بھی بعض لوگ عارضی اور ظاہری طور پر بعض چیزوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا تو اللہ پاک بندے سے یہ سُن کر کہ وہ قیامت کے دن کے مالک ہیں، فرماتے ہیں کہ'' میرے

(۱) مسند البزار ١٤/١١(٧٣٩٣).

بندے نے میری بزرگی بیان کی'') اس کے بعد جب بندہ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ''یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے''، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ﴾ کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے مجھے اپنا معبود مان لیا، میرے وَحدَہٗ لاشریک ہونے کا اقرار کرلیا، اور میرے خالق ہونے کو اُس نے تسلیم کرلیا، اور جب ﴿وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے اپنا معبود مان لینے کے بعد اب مجھ ہی سے مدد مانگنے کا اقرار کرتا ہے، لہٰذا اب میں ہی اس کی مدد کروں گا، میں ہی اس کی مراد پوری کروں گا، اور اس کی دعا کو قبول کروں گا، اس کے بعد جب بندہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۵ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷﴾ کہتا ہے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ''میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگ رہا ہے''[۱]، (یعنی ہم نے اس کی دعا قبول کرلی اور ہم اس کو صراطِ مستقیم پر چلائیں گے)، تو یہ ایسی پیاری سورت ہے۔

سورۂ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ

سورۂ فاتحہ دراصل قرآنِ کریم کا خلاصہ ہے، اللہ پاک نے قرآنِ کریم کی ترتیب ایسی پیاری رکھی ہے جو عین انسان کے ذہن کے مطابق ہے، انسان کا ذہن یہ کہتا ہے کہ لمبی بات کہنے سے پہلے اس کا خلاصہ بتایا جائے پھر اس کی تشریح کی جائے تو سب سمجھ میں آجائے گا، اگر کسی مضمون کا خلاصہ نہ بتایا جائے اور لمبی چوڑی تقریر کردی جائے تو اس کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے اللہ پاک نے بھی پہلے سورۂ فاتحہ میں قرآن شریف کا خلاصہ بیان فرمادیا، اس کے بعد پورا قرآنِ کریم اس کی تشریح وتوضیح ہے، اس لئے جو سورۂ فاتحہ کو سمجھ لیتا ہے اس کے لئے پورے قرآنِ کریم کو سمجھنا آسان ہوجاتا ہے،

---

(۱) صحیح مسلم ۲۹۶/۱ (۳۹۵).

www.sukkurvi.com

قرآنِ کریم کے مضامین کا خلاصہ حضرات مفسّرین نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

①... ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ایک ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی میں بہت سی خوبیاں اور کمالات ہیں جو اس کے سوا کسی اور میں نہیں ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ہر شخص کو ان کا علم ہونا ضروری ہے، اس کا ذکر اللہ پاک نے سورۂ فاتحہ کی پہلی دو آیات میں فرمایا ہے، سب سے پہلے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر آ گیا، اس کے بعد ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر آ گیا کہ اللہ پاک تمام جہانوں کے پروردگار ہیں اور بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں، اس طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھی ذکر آ گیا اور صفات کا بھی، چونکہ سورۂ فاتحہ مختصر ہے، اس لئے اللہ پاک نے اختصار کے ساتھ اپنی ذات و صفات کا ذکر فرمایا، اس کی تفصیل پورے قرآنِ کریم میں آئے گی، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کا بھی جگہ جگہ ذکر آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے کمالات اور خوبیوں کا ذکر بھی جگہ جگہ آئے گا، لیکن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اور کمالات اور ان کی خوبیوں کا علم ہونا چاہئے تو اللہ پاک نے پہلی دو آیتوں میں ان کو ذکر فرمایا۔

②... دوسری اہم اور بنیادی چیز جس کا جاننا ضروری ہے اور وہ اسلام کو دیگر مذاہب سے الگ کرنے والی ہے وہ قیامت اور روزِ جزا کا عقیدہ ہے، مسلمان کے نزدیک صرف اور صرف یہ دنیا نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد قیامت آئے گی جس میں حساب وکتاب ہوگا، دوبارہ زندہ ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، اس دنیا کا حساب دینا ہوگا، جس نے تابعداری کی ہوگی وہ کامیاب ہوگا اور جس نے نافرمانی کی ہوگی وہ نامراد ہوگا تو ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا۔

③... تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے پروردگار ہیں اور تمام خوبیوں سے آراستہ

www.sukurvi.com

ہیں، اور قیامت بھی برحق ہے لہٰذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے سوا کچھ نہ کرنا چاہئے ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرما دیا ہے کہ جب تم نے مجھے مان لیا اور مجھ پر ایمان لے آئے تو اب صرف میری عبادت کرنی ہے۔

④... چوتھی بات یہ ہے کہ بندہ خود اپنی عقل وسمجھ سے صحیح عبادت نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کے لئے ادب، سلیقہ اور اللہ تعالیٰ کی مدد چاہئے، کیونکہ توفیق تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی، بندہ کوشش ضرور کرسکتا ہے لیکن توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی، لہٰذا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ﴿وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ فرمایا کہ اگر تم میری تابعداری کرنا چاہتے ہو، میرے احکام پر عمل کرنا چاہتے ہو تو مجھ ہی سے مدد مانگو، کیونکہ میں تمہارا خالق و مالک ہوں تمہیں اچھے کاموں کی توفیق دینے والا ہوں اور بُرے کاموں سے بچانے والا ہوں لہٰذا میری طرف رجوع کرو، اپنے آپ پر بھروسہ مت کرو، اپنی طرف سے کوشش کرو لیکن جو طریقہ میں بتاؤں اس کے مطابق میری تابعداری اختیار کرو، عبادت بھی صرف میرے لئے ہے اور مدد بھی میری طرف سے ہے، کیونکہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہو اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اگر وہ مدد نہ فرمائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں کچھ نہیں کرسکتیں، لہٰذا عبادت بھی اللہ تعالیٰ کی کرو اور مدد بھی صرف اُسی سے مانگو۔

⑤... پانچویں اہم بات یہ ہے کہ پچھلی امتوں کے عبرت ناک واقعات سے سبق لینا چاہئے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب سے آخر میں آئی ہے، ساری امتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکی ہیں، ان امتوں میں نیک اور فرمانبردار بھی ہیں اور نافرمان، فاسق وفاجر اور کافر بھی ہیں، سب کا انجام اللہ پاک نے بیان فرما دیا ہے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں خوشحالی، عافیت اور راحت نصیب فرمائی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور غلط راستہ اختیار کیا ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور وہ تباہ و برباد ہوئے، غرض کہ گزشتہ امتوں کے احوال سے عبرت لیں کہ دنیا میں جو فرمانبردار رہے وہ دنیا میں

www.sukkurvi.com

آرام وعزت سے رہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے مالا مال رہے لہٰذا ہمیں بھی یہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے، اور جو نافرمان رہے وہ طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار رہے ہمیں بھی ان کے راستے سے بچنا چاہئے۔ انسان حالات و واقعات کو دیکھ کر بہت عبرت اور لیتا ہے، یہ انسان کی فطرت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں نیک اور صالح لوگوں کا ذکر فرمایا اور ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾ میں نافرمان اور گمراہ لوگوں کا ذکر فرمایا، اس کی مزید تفصیل سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کے تذکرہ میں آئے گی کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تو ان پر اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے انعامات ہوئے اور جب نافرمانی کی تو پھر ان پر کیسے کیسے عذاب آئے، یہ مختصر طور پر قرآن مجید کے مضامین ہیں جو اللہ پاک نے اس سورت میں بیان فرمائے ہیں۔

قرآنِ کریم پڑھنے کے چند آداب

سورۂ فاتحہ سے قرآنِ کریم شروع ہوتا ہے اور اس کے شروع میں ''بسم اللہ'' ہے اسلئے یہاں قرآنِ کریم پڑھنے کے چند آداب اور احکام لکھے جاتے ہیں۔

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کا ایک ادب یہ ہے کہ جب قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کی جائے تو پہلے تعوّذ یعنی ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھ لینا چاہئے، اللہ پاک نے قرآنِ پاک کی سورۂ نحل [1] میں فرمایا ہے:

﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾

ترجمہ

''اور جب آپ قرآنِ کریم پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں''۔

(۱) سورة النحل آية (۹۷).

www.sukurvi.com

چنانچہ ﴿أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جاتی ہے، اسی لئے جب بھی قرآن مجید کی تلاوت شروع کی جاتی ہے، چاہے سورۂ فاتحہ پڑھیں یا سورۂ بقرہ، اور چاہے قرآنِ کریم شروع سے پڑھیں یا درمیان سے پڑھیں، پہلے ﴿أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھتے ہیں، اس کا اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ قرآنِ کریم پڑھنے سے پہلے تعوُّذ پڑھنا باجماعِ اُمّت سنّت ہے خواہ تلاوت نماز کے اندر ہو یا نماز کے باہر[۱]۔

اس کے بعد تسمیہ یعنی ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھنی چاہئے، ایک روایت جس کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ جب اللہ پاک نے ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نازل فرمائی تو دنیا میں جتنے بادل تھے وہ اس کی ہیبت کی وجہ سے مشرق کی طرف بھاگ گئے، ہوائیں ٹھہر گئیں، سمندر کی موجیں تھم گئیں اور اس وقت جتنے بھی جاندار تھے، جنات اور فرشتے وغیرہ سب نے اپنی گردنیں جھکا لیں اور کان اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دیئے (کہ اللہ پاک کیا فرماتے ہیں اور کیا عطا فرماتے ہیں)، اور شیاطین پر آسمان سے آگ کے شعلے مارے گئے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نازل فرمائی اور اپنی عزّت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا جس چیز پر بھی ''بِسْمِ اللهِ'' پڑھی جائے گی، میں اس میں ضرور برکت ڈالوں گا[۲]، تو ''بِسْمِ اللهِ'' اتنی اہم چیز ہے، اسی لئے ہر اہم اور جائز کام کے شروع میں ''بِسْمِ اللهِ'' پڑھنی چاہئے، اور یہ بات حدیث میں ہے کہ جس اہم کام پر ''بِسْمِ اللهِ'' نہیں پڑھی جاتی وہ ناقص اور نامکمل رہتا ہے[۳]، اور قرآنِ کریم کی تلاوت عظیمُ الشان عمل ہے اور بہت اہم کام ہے، اس لئے اللہ پاک نے خود اس کے

---

(۱) مأخذه "معارف القرآن" ۷۷/۱.

(۲) الدر المنثور للسيوطي ۲٦/۱ من رواية ابن مردويه والثعلبي عن جابر رضي الله عنهما –طبعة دار الفكر

(۳) عبد القادر الرّهاوي في "الأربعين" عن أبي هريرة، كما في "الجامع الصغير" للسيوطي رقم (٦٢٨٤).

لئے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نازل فرمائی ہے، اسی لئے جب قرآن شریف کی تلاوت کی جائے اس وقت ''أَعُوذُ بِاللّٰهِ'' اور ''بِسْمِ اللّٰهِ'' دونوں پڑھی جائیں، درمیان تلاوت میں جب ایک سورت ختم ہوکر دوسری سورت شروع ہو تو سورۂ براءت کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھی جائے، ''أَعُوذُ بِاللّٰهِ'' نہیں، اور سورۂ براءت اگر درمیانِ تلاوت میں آجائے تو اس پر ''بِسْمِ اللّٰهِ'' نہ پڑھے، اور اگر قرآنِ کریم کی تلاوت سورۂ براءت ہی سے شروع کر رہا ہے تو اس کے شروع میں ''أَعُوذُ بِاللّٰهِ'' اور ''بِسْمِ اللّٰهِ'' دونوں پڑھنی چاہئیں [1]۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ہر سورت کا جز ہے یا نہیں؟

قرآنِ کریم میں ایک ''بِسْمِ اللّٰهِ'' وہ ہے جو سورۂ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی ہے اور ایک ''بِسْمِ اللّٰهِ'' وہ ہے جو سورۂ نمل [2] میں ہے ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے نام خط ہے اور یہ دنیا کا وہ خط ہے جو سب سے زیادہ مختصر اور سب سے زیادہ جامع ہے اور اس کے شروع میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ہے، یہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' جو سورۂ نمل میں ہے بالاتفاق یہ سورۂ نمل کا جز اور اسکا حصہ ہے، لیکن جو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی ہے، یہ اس سورت کی آیت ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے، لہٰذا سورۂ فاتحہ کے شروع میں جو ''بِسْمِ اللّٰهِ'' لکھی ہوئی ہے یہ اس سورت کی پہلی آیت ہے، جبکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' ہر سورت کی آیت نہیں ہے، بلکہ یہ الگ ایک مستقل آیت ہے جو اللہ پاک نے اس لئے نازل فرمائی ہے تاکہ ہر سورت کے شروع میں اس کو لکھ دیں

---

(۱) مأخذه "معارف القرآن" ۱/۷۷.

(۲) سورة النمل آية (۳۰).

اور پھر ہر سورت ایک دوسرے سے الگ ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ کہاں سے سورت شروع ہو رہی ہے اور کہاں سورت ختم ہو رہی ہے، لہٰذا جو ''بِسْمِ اللهِ'' سورۂ فاتحہ کے شروع میں لکھی ہے اور پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں لکھی ہے، جب یہ سورت شروع کریں گے تو معلوم ہو گا کہ یہاں سے سورۂ فاتحہ شروع ہو رہی ہے اور ﴿وَ لَا الضَّآلِّیْنَ﴾ پر ختم ہو رہی ہے، اب دوسری ''بِسْمِ اللهِ'' آ گئی، وہاں سے پتا چلے گا کہ سورۂ بقرہ شروع ہو گئی ہے، اس کی وجہ ایک حدیث میں ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تک ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ نازل نہیں ہوئی تھی تو ہمیں پتا نہیں چلتا تھا کہ سورت کہاں سے شروع ہو رہی ہے اور کہاں ختم ہو رہی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ نازل فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہر سورت کے شروع میں لکھوایا تو اب ہمارے لئے سورت کا شروع ہونا اور اسکے ختم ہونے کو پہچاننا آسان ہو گیا[1]، اسلئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مستقل آیت ہے جو اللہ پاک نے سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے اور ہر سورت کے شروع اور آخر کو پہچاننے کے لئے نازل فرمائی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے ختم پر ''آمین'' کہنے کا حکم

سورۂ فاتحہ کے ختم پر تھوڑی دیر خاموش ہونے کے بعد ''آمین'' کہنا سنت ہے اور ''آمین'' آہستہ کہنا سنت ہے، چاہے سورۂ فاتحہ نماز میں پڑھیں یا نماز کے باہر، یا نماز میں امام سے سنیں جیسے فجر، مغرب اور عشاء میں جب امام سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو ہمیں قراءت سنائی دیتی ہے اس میں امام اور مقتدی دونوں کو سورۂ فاتحہ کے ختم پر آہستہ آواز میں ''آمین'' کہنا چاہئے، کیونکہ ''آمین'' دراصل دعا ہے جس کے معنیٰ ہیں ''اے اللہ! ایسا ہی کر دیجئے''، ''اے اللہ اس دعا کو قبول فرما''۔

---

(۱) المستدرك للحاكم ۱/ ۳۵٦ (۸٤٦) دار الكتب العلمية. وانظر سنن أبي داود ۱/ ۲۰۹ (۷۸۸) المكتبة العصرية

www.sulkurdi.com

''آمین'' نہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے اور نہ قرآنِ کریم کا اسی لئے اسکو قرآنِ کریم میں نہیں لکھا جاتا اور سورۂ فاتحہ کے ختم پر ''آمین'' کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے اے اللہ ہم نے جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ اختیار کرنیکی توفیق اور رہنمائی آپ سے مانگی ہے وہ ہمیں عطا فرما اور جن پر آپ غصّہ ہوئے اور جو گمراہ ہوئے ان کے طریقے سے ہمیں دور رکھنا۔

احادیث میں سورۂ فاتحہ کے ختم پر ''آمین'' کہنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ''آمین'' کہے تو تم بھی ''آمین'' کہو کیونکہ جس کی ''آمین'' فرشتوں کی ''آمین'' کے موافق ہوجائے اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں [1]۔

www.sukkurvi.com

(۱) صحيح البخاري (١٥٦/١) (٧٨٠)، وصحيح مسلم (٣٠٧/١) (٤١٠).

تفسیر سورۂ فاتحہ

www.sukkurvi.com

سورۂ فاتحہ

یہ مکّی سورت ہے جس میں سات آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ
الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ
الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ
ع۱ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

ترجمہ

شروع کرتا ہوں اللہ (تعالیٰ) کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں ① جو بڑے مہربان، نہایت رحم والے ہیں ② جو روزِ جزا کے مالک ہیں ③ (اے اللہ تعالیٰ!) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں ④ ہمیں سیدھا راستہ بتلا دیجیے ⑤ اُن لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے ⑥ نہ اُن لوگوں کا راستہ جن پر آپ کا غضب نازل ہوا اور نہ اُن لوگوں کا راستہ جو بھٹکے ہوئے ہیں۔ ⑦

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کی تشریح

مخلوق کی تعریف دراصل خالق کی تعریف ہے

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ازل سے لیکر ابد تک تمام تعریفیں اور تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اور ہر حمد وثنا کے مستحق اللہ تعالیٰ ہیں، ہر خوبی بدرجۂ کمال ان کے اندر موجود ہے، اور اس جہاں میں اگر کسی چیز کی تعریف ہے تو وہ تعریف دراصل اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس اتنی عالی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس میں تمام کمالات ایسے ہمہ گیر ہیں کہ ان کی بنا پر صرف اللہ تعالیٰ ہی تعریف کے لائق ہیں، اور دیگر مخلوقات جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں وہ بھی قابلِ تعریف اور لائقِ حمد ہیں مگر مخلوق کی تعریف دراصل خالق کی تعریف ہے، کیونکہ کسی اچھی بنی ہوئی چیز کی تعریف دراصل بنانے والے کی تعریف ہوتی ہے، جب ہم کہتے ہیں کہ یہ کپڑا بڑا نفیس، عمدہ اور آرام دِہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بنانے والے نے بڑا اچھا کپڑا بنایا ہے، اسی طرح اگر کھانا اچھا ہوتا ہے اور اس کی بڑی تعریف ہوتی ہے کہ کھانا بڑا لذیذ ہے، مصالحہ بڑا مناسب اور ذائقہ بہت عمدہ ہے کہ پیٹ تو بھر گیا لیکن مَن نہیں بھرا، یہ حقیقت میں کھانے کی تعریف نہیں بلکہ پکانے والے کی تعریف ہے، ہر چیز کی تعریف میں یہی بات ہے چنانچہ اگر مکان اچھا ہے تو اس کے بنانے والے کی تعریف ہے، باغ اچھا ہے تو مالی کی تعریف ہے، اور اصل میں یہ نہ مالی کی تعریف ہے، نہ مکان بنانے والے کی تعریف ہے اور نہ پکانے والے کی تعریف ہے، بلکہ اس کے خالق اور مالک کی تعریف ہے، کسی کا شعر ہے ؎

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

www.sukkurvi.com

بہر حال پہاڑوں، سمندروں، باغات اور مکانوں کی جو تعریف ہوتی ہے وہ دراصل ان کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے، کیونکہ اول وآخر صرف اللہ تعالیٰ ہیں، کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؂

گلستاں میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا
جِدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

o—o

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا ؂
تُو ہی آیا نظر جِدھر دیکھا

o—o

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کلمۂ شکر اور کلمۂ دعا بھی ہے

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کلمۂ تعریف ہونے کے ساتھ ساتھ کلمۂ شکر اور کلمۂ دعا بھی ہے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' شکر کا کلمہ اس طرح ہے کہ جب کوئی بندہ دیکھتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے وجود بخشا ہے، اسے جسم دیا ہے، صحت تندرستی عطاء کی ہے، اور ان ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ باطنی انعامات اپنے اندر پاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے اُسکو ایمان لانے کی توفیق بخشی ہے، علم اور سمجھ عطا فرمائی ہے، اچھے اخلاق عطا فرمائے ہیں، تو اُسکی زبان سے بے ساختہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' نکلتا ہے تو اس طرح گویا انسان اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتا ہے۔

اور ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' دعا کا کلمہ اس طرح ہے کہ جب ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، اور بندہ کا اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے، ایک حدیث شریف میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل ذکر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے اور سب سے افضل دعا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' ہے۔(۱)

---

(۱) سنن الترمذي ٥/٣٩٣ (٣٣٨٣). تحقيق: بشار.

www.sukkurvi.com

﴿رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کی تشریح

اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے مالک ہیں

﴿الْعٰلَمِیْنَ﴾ عالَم کی جمع ہے، اور رَبّ کے معنیٰ پروردگار کے ہیں، یہاں ''الْعٰلَمِیْنَ'' جمع اس لئے فرمایا کہ اللہ پاک نے بےشمار عالم بنائے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالَم بنائے ہیں[1]، دوسرا قول یہ ہے کہ اَسّی ہزار عالَم پیدا فرمائے ہیں، چالیس ہزار خشکی میں اور چالیس ہزار سمندر میں[2]۔

ساری زمین کے چار حصے ہیں، ایک حصہ خشکی ہے جس میں ہم اور آپ آباد ہیں اور تین حصوں پر پانی ہے جو سمندر کے نیچے ہیں، اللہ تعالیٰ نے خشکی پر چالیس ہزار عالَم پیدا فرمائے ہیں، ہر مخلوق ایک عالَم ہے، اس طرح چالیس ہزار عالَم ہیں، سب کے بنانے والے بھی اللہ پاک ہیں اور سب کے پالنے والے بھی اللہ پاک ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو عالَم پیدا فرمائے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ان کی حقیقی تعداد نہیں جانتا، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾[3] یعنی ''اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اللہ پاک ہی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا پیدا فرمایا ہے، کس طرح پیدا فرمایا ہے اور کہاں کہاں پیدا فرمایا ہے، سمندر کی تہہ میں ہزاروں عالَم اور بحر و بر میں ہزاروں عالَم ہیں، سب کے مالک اور خالق اللہ پاک ہیں، اس لئے فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ یعنی ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے''۔

---

(۱) حلية الأولياء ٤/٧٠ من قول وهب بن منبه رحمه الله — طبعة دار الكتاب العربي.

(۲) تفسير القرطبي ١/١٣٨، من قول مقاتل بن حيان رحمه الله — طبعة دار الكتب المصرية.

(۳) سورة المدثر آية (٣١).

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کی تشریح

اللہ تعالیٰ کی رحمت غصے پر غالب ہے

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا ذکر بدرجۂ کمال موجود ہے، البتہ لفظ ''رحمٰن'' میں رحمت کی صفت لفظ ''رحیم'' کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

''الرَّحْمٰنِ'' کے معنیٰ ہیں وہ ذات جسکی رحمت سارے عالم اور ساری کائنات اور جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ آئندہ ہوگا سب پر حاوی اور سب کو شامل ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت ''رحمٰن'' کا مظاہرہ دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو دنیا کی نعمتیں عطاء فرمائی ہیں، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم سب دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب کو رزق دے رہے ہیں، سب کی پرورش کر رہے ہیں، حتی کہ وہ لوگ جو (العیاذ باللہ) اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں انکو بھی اللہ تعالیٰ اس صفت رحمت کی وجہ سے رزق دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جسکی رحمت سے عالَم کی کوئی چیز خالی نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ لفظ ''رحمٰن'' اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو ''رحمٰن'' کہنا جائز نہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کا نام عبد الرحمٰن یا عبید الرحمٰن وغیرہ ہو تو اسکے نام کو مختصر کرکے صرف ''رحمٰن'' کہنا جائز نہیں (۱)۔

''الرَّحِيْمِ'' کا مطلب یہ ہے کہ اسکی رحمت کامل اور مکمل ہے، اس واسطے لفظ ''رحیم'' انسان کیلئے بھی بولا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کسی سے پوری رحمت کا معاملہ کرے، قرآنِ کریم کی سورۃ التوبۃ (۲) میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے

---

(۱) مأخذه "معارف القرآن" ۱/۷۶.

(۲) سورۃ التوبۃ آیۃ (۱۲۸).

www.sulkurvi.com

حضور نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا ہے:

﴿ لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ ﴾

ترجمہ

"تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جسکو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مؤمنوں کیلئے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے"۔

یہاں اس سورت میں جو درحقیقت قرآنِ کریم کا خُلاصہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ کمال میں صرف ان دو کا ذکر فرمایا ہے اس میں بظاہر اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانوں اورزمینوں کی پیدائش اور تمام مخلوقات کی پرورش کا منشا صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کے پیدا کرنے کی نہ ضرورت تھی اور نہ ہی ان کو کوئی ان چیزوں کے پیدا کرنے اور ان کی پرورش کرنے پر مجبور کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی اس رحمت کے تقاضے سے یہ سارے انتظامات فرمائے ہیں۔

اسمیں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ کی بہت ساری صفات ہیں لیکن بندوں کے لیے باری تعالیٰ کی صفتِ رحمت ہی سب سے مقدم ہے ایک حدیثِ قُدسی میں فرمایا گیا ہے "میری رحمت میرے غصّے پر غالب ہے"[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رحمت کو سبقت اور فوقیت دینے کی غرض سے دیگر صفات کو

(۱) صحيح البخاري ١٠٦/٤ (٣١٩٤) ولفظه: "لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الخَلْقَ، كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ العَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي".

بیان کرنے کے بجائے یہ دو صفتیں ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' اختیار فرمائی ہیں۔

اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم اپنے اندر صفت رحمت کو غالب رکھیں اور غصے اور ناراضگیوں کو پیچھے رکھیں اور اپنے آس پاس کے لوگوں اور ماتحتوں کے ساتھ شفقت ورحمت اور نرمی ومحبت کا برتاؤ رکھیں، غصے اور ناراضگی سے حتّی الامکان بچیں۔

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کی تشریح

اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مالک ہیں

''يَوْمِ الدِّيْنِ'' یعنی ''روزِ جزا'' سے مراد قیامت کا دن ہے، کیونکہ قیامت کے دن تمام انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، یہاں ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں جو یہ فرمایا کہ ''جو قیامت کے دن کا مالک ہے'' یعنی قیامت کے دن جو کچھ ہوگا وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملکیت میں ہوگا، حالانکہ قیامت سے پہلے بھی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے، آج بھی جو کچھ دنیا میں زمین کے نیچے، زمین کے اوپر، اور آسمان کے اوپر اور نیچے ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، تو پھر یہ کیوں فرمایا کہ ''قیامت کے دن کا اللہ تعالیٰ مالک ہے''؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اللہ پاک نے بعض لوگوں کو بعض چیزوں کا مالک بنایا ہے جیسے دنیا میں بے شمار انسان ہیں جن میں امیر سے امیر اور غریب سے غریب بھی ہیں، بڑے سے بڑا بادشاہ، وزیر اور گورنر بھی ہیں اور چھوٹے سے چھوٹے منصب پر فائز لوگ بھی ہیں، ظاہراً سب لوگ کسی نہ کسی چیز کے مالک ہیں، اگرچہ دنیا میں انسان کی جو ملکیت ہے وہ ناقص اور نامکمل ہے، عارضی اور وقتی ہے، جب تک زندہ ہیں، مالک ہیں اور جب مرگئے تو دوسرے مالک بن جاتے ہیں، لیکن قیامت کے دن یہ عارضی اور وقتی ملکیت بھی ختم ہوجائے گی، بروزِ قیامت میدانِ حشر میں جتنے انسان کھڑے ہوں گے ان میں ہزاروں اور لاکھوں بادشاہ، امراء، وزراء اور مالدار بھی ہوں گے جو دنیا میں بڑی

www.sukkurivi.com

بڑی چیزوں کے مالک تھے لیکن قیامت میں کوئی ٹکے کا بھی مالک نہیں ہوگا، آخرت کے بارے میں اللہ پاک نے قرآن شریف میں فرمایا: ﴿لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ﴾ (بتاؤ) آج کس کی بادشاہی ہے؟ اور پھر خود ہی جواب دیا: ﴿لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ﴾ [1] یعنی ''صرف اس اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے جو اکیلا اور زبردست ہے'' تو قیامت کے دن وہ بندے جو دنیا میں تھوڑے بہت مالک تھے، قیامت میں ان کی یہ ملکیت بھی ختم ہوجائے گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ﴿مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ فرمایا کہ اس دن کسی کی بھی کوئی ملکیت نہیں ہوگی اور ہر چیز سو فیصد اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہوگی۔

﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کی تشریح

دُنیا میں آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے

﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ اس آیت کے معنیٰ ہیں کہ (اے اللہ تعالیٰ) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اس آیت میں دو پہلو ہیں، ایک پہلو حمد وثنا کا ہے یعنی عبادت کا ہے، اور دوسرا پہلو دُعا کا ہے، گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں بندوں کو دعا کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے مانگے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے رب اور معبود ہونے کا اعتراف کرے، اُس کے خالق اور مالک ہونے کا اقرار کرے، یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، اور عرض کرے کہ ہمارا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، اس کے بعد اپنی درخواست پیش کرے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، اور حقیقی طور پر مدد کرنے والا نہیں لہٰذا ہمیں برملا اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی طور پر مدد کرنے والا بھی نہیں تو پھر اُسی سے مدد مانگنی چاہئے۔

---

(۱) سورة غافر الآية (١٦).

www.sukkurvi.com

''إِيَّاكَ نَعْبُدُ'' میں عبادت کا پہلو ہے، اور عبادت کے معنیٰ ہیں کسی کی انتہائی تعظیم اور محبت کی وجہ سے اُس کے سامنے اپنی انتہائی عاجزی اور فرمانبرداری کا اظہار کرنا۔

یہ آیت سورۂ فاتحہ میں بالکل بیچ کی آیت ہے، یعنی تین آیتیں اس سے پہلے ہیں، اور تین آیتیں اس کے بعد ہیں، اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ایک عظیم مقصد یعنی عبادت کی طرف اشارہ ہے جو انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے، اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم ہی کی سورۃُ الذاریات [1] میں بالکل وضاحت کے ذکر فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾

ترجمہ

''اور میں نے جنات اور انسانوں کو اور کسی کام کیلئے نہیں بنایا بجز اسکے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

لہٰذا انسان اور جنات کا اس دنیا میں آنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں، اور عبادت اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق ہے، جیسا کہ صحیح بخاری شریف [2] میں ہے، ایک سفر کے دوران حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ عرض کیا: حضور! اللہ اور اُسکے رسول بہتر جانتے ہیں، پھر آپ نے خود ہی فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اُسکی عبادت کریں اور اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاذ!

---

(۱) سورة الذاريات الآية (٥٦).

(۲) صحيح البخاري ٤/٢٩ (٢٨٥٦).

www.sukurvi.com

کیا تم جانتے ہو بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! اللہ اور اُسکے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، تو پھر بندوں کا اللہ تبارک و تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دیں بلکہ جنّت میں داخل فرمائیں۔

عبادت کی کتنی قسمیں ہیں؟

سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے: کہ عبادت صرف نماز روزے کا نام نہیں ہے، چنانچہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''الاربعین'' میں عبادت کی دس قسمیں لکھی ہیں: ۔

① ... نماز۔

② ... زکوٰۃ۔

③ ... روزہ۔

④ ... حج۔

⑤ ... تلاوتِ قرآنِ کریم۔

⑥ ... ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

⑦ ... حلال روزی کیلئے کوشش کرنا۔

⑧ ... پڑوسی اور ساتھی کے حقوق ادا کرنا۔

⑨ ... لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرنا، اور بُرے کاموں سے منع کرنا۔

⑩ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا اتباع کرنا۔

اس لئے عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ

www.sukkurvi.com

نہ کسی کی محبت اللہ تعالیٰ کے برابر ہو، نہ کسی کا خوف اللہ تعالیٰ کے برابر ہو، نہ کسی سے اُمید اُس کی طرح ہو، نہ کسی پر بھروسہ اللہ تعالیٰ کے مثل ہو، نہ اسکے برابر کسی کی اطاعت وخدمت ہو، اور کسی کام کو اتنا ضروری نہ سمجھے جتنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اہم سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کی نذر اور منّت بھی نہ مانے، اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے سامنے اپنی مکمل عاجزی کا اظہار نہ کرے، نہ وہ کام کسی دوسرے کیلئے کرے جو انتہائی عاجزی کی علامات ہیں جیسے رکوع وسجدہ وغیرہ (۱)۔

عبادت کی توفیق اللہ تعالیٰ کی عطا ہے

''وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ'' میں دعا کا پہلو ہے، اور چونکہ عبادت کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ''اِیَّاکَ نَعۡبُدُ'' کے فوراً بعد: ''وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ'' ذکر کرکے بندے کو یہ سبق سکھایا کہ عبادت جو تمہارے ذمے میرا حق ہے اسکی توفیق بھی مجھ ہی سے مانگنا۔

ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ارشاد یہ ہے: ''ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں'' لیکن کس کام میں مدد مانگتے ہیں؟ اسکا ذکر نہیں اسلئے جمہور مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ اس کا ذکر نہ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم اپنی عبادت اور ہر دینی ودنیوی کام اور ہر مقصد میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کریں (۲)۔

مخلوق سے مدد مانگنے کا حکم

یہاں ایک اور بات ذہن میں آتی ہے کہ انسان بھی ایک دوسرے سے مدد مانگتے

(۱) مأخذہ ''معارف القرآن'' ۱/۸۶.

(۲) مأخذہ ''معارف القرآن'' ۱/۸۶.

ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک انسان جو دوسرے سے مدد مانگتا ہے وہ اس کو کارساز یا معبود سمجھ کر مدد نہیں مانگتا، بلکہ ظاہری طور پر چونکہ وہ یہ کام کر سکتا ہے اس بناء پر اس سے تعاون کے لئے درخواست کی جاتی ہے، لہٰذا یہ جائز ہے، البتہ اگر (معاذ اللہ) کسی مخلوق کو معبود اور کارساز سمجھ کر مدد مانگے تو پھر یہ شرک ہوگا جو حرام اور ناجائز ہے، لیکن پکے مسلمان جو ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہیں اور کام کرنے کے لئے کہتے ہیں وہ اُس کو کارساز اور معبود سمجھ کر مدد نہیں کہتے، جبکہ اللہ تعالیٰ سے جو مدد مانگی جاتی ہے وہ معبود ہونے کی بناء پر مانگی جاتی ہے اور ان کو کارساز سمجھ کر مانگی جاتی ہے، کیونکہ حقیقت میں مدد کرنے والے اللہ پاک ہیں، اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے، چنانچہ اگر کسی بندے سے بھی کسی کام کے لئے کہیں تو دل میں یہ بات ہونی چاہئے کہ حقیقت میں اللہ پاک ہی وہ کام کرنے والے ہیں، انکی مدد سے یہ کام ہوگا، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے بھی اس کام کے ہونے کی دُعا مانگیں اور پھر بندے سے کہیں، کیونکہ یہ اس کام کے ہونے کا ایک ظاہری سبب ہے اسی بناء پر ہم بندہ سے اس کام کے کرنے کا کہہ رہے ہیں، اب اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو یہ کام کر دے گا اور اگر اللہ پاک نہیں چاہیں گے تو وہ یہ کام نہیں کرے گا، بہرحال ظاہری سبب پر نظر ڈالتے ہوئے کسی مخلوق سے اگر کسی کام کا کہا جائے اور وہ کام جائز ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

﴿اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۙ۬ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾﴾

ترجمہ

”ہمیں سیدھا راستہ بتلا دیجئے ﴿۵﴾ اُن لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے ﴿۶﴾ نہ اُن لوگوں کا راستہ جن پر آپ کا غضب نازل ہوا ہے، اور نہ اُن لوگوں کا راستہ جو بھٹکے ہوئے ہیں ﴿۷﴾“

www.sulkurvi.com

﴿ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ﴾ کی تشریح

صراطِ مستقیم حاصل کرنے کا طریقہ

یہ آیت اس پوری سورت کا خُلاصہ اور لُبِ لُباب ہے، بلکہ سارے قرآنِ کریم کا خُلاصہ سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ فاتحہ کا خُلاصہ ﴿ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ﴾ ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما اور ہمیں سیدھا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔

سیدھا راستہ دنیا و آخرت میں سب سے بڑی نعمت ہے، اس لئے ہمیں اس کے مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، صراطِ مستقیم کا دوسرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نیک اعمال کی صحیح توفیق ملے، توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور حقیقت میں ہدایت بھی اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت اُسی کو عطا فرماتے ہیں جو دل و جان سے مانگتا ہے، معلوم ہوا صراطِ مستقیم حاصل کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر پوری زندگی صراطِ مستقیم مانگتے رہیں، کیونکہ ہم دنیا میں بھی صراطِ مستقیم کے محتاج ہیں اور آخرت میں بھی اس کے محتاج ہیں، دنیا میں زندگی کے ہر موڑ اور کام میں چاہے اس کا تعلق عبادت سے ہو یا معاشرت سے، معاملات سے ہو یا اخلاق سے، یا عقائد سے، اس میں ہم صراطِ مستقیم کے محتاج ہیں، اور یہ پانچ شعبے ایسے ہیں جو ہماری ساری زندگی پر حاوی ہیں، مثلاً عقیدہ ہر دم ہمارے دل میں ہے، عبادت سے کوئی دن اور کوئی وقت خالی نہیں، معاشرت میں ہم ہر وقت موجود ہیں، معاملات بھی زندگی بھر کرتے رہتے ہیں، اخلاق بھی ہمارے باطن میں ہونے کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہیں، لہٰذا ہمیں ہر دم صراطِ مستقیم کی ضرورت ہے اور اس کی توفیق ملنے کی ضرورت ہے، اس لئے اس دعا کو کثرت سے مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

نیز جو حضرات صراطِ مستقیم پر فائز ہیں ان کے ساتھ رہنے کی اور ان کی خدمت

میں رہنے کی اگلی آیت میں تلقین ہے کہ ان کی خدمت وصحبت کی برکت سے تم بھی صراطِ مستقیم پر قائم ہو جاؤ گے، اسلئے ان کے ساتھ رہنے کا اہتمام رکھیں۔

خُلاصہ یہ کہ صراطِ مستقیم کی خوب دعا بھی کریں، اور جو حضرات صراطِ مستقیم پر قائم ہیں انکے ساتھ بھی رہیں۔

﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾ کی تشریح

صراطِ مستقیم کن لوگوں کا راستہ ہے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے، کہ صراطِ مستقیم کن لوگوں کا راستہ ہے؟ اسکی وضاحت اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ نساء [۱] کی اس آیت میں فرمائی ہے:

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا﴾

ترجمہ

”اور جو لوگ اللہ (تعالیٰ) اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ (تعالیٰ) نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں“۔

سورۂ نساء کی اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار قسم کے حضرات کا ذکر فرمایا جو صراطِ مستقیم پر قائم ہیں۔ ان میں سب سے پہلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں جو تمام انسانوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرّب، محبوب اور سو فیصد راہِ حق پر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود بذریعہ وحی ان کی راہنمائی فرماتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ النساء الآیۃ (٦٩).

www.sukurvi.com

دوسری جماعت صِدیقین کی ہے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی امت میں سب سے زیادہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلنے والے، ان کی تعلیمات کو اپنانے والے اور ان کی ہدایات کو اختیار کرنے والے ہیں، جن کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہوتا ہے، جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے اور جو زبان پر ہوتا ہے وہی دل میں ہوتا ہے، یہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی امّت میں سب سے اعلیٰ درجے کے لوگ ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔

تیسری جماعت شُہداء کی ہے جنہوں نے جان و مال اللہ کے راستے میں قربان کر دیا اور راہِ حق میں شہید ہوگئے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرّب اور محبوب بندے ہیں۔

چوتھی جماعت میں صالحین ہیں جن کو اولیاءُ اللہ کہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے تابعدار اور فرمانبردار بندے ہیں، صدیقین بھی اللہ والے ہوتے ہیں، لیکن ان کا درجہ اعلیٰ ہے، شہداء بھی اللہ والے ہوتے ہیں، ان کا درجہ صدیقین سے ذرا نیچے ہے اور اولیاء کا درجہ شہداء سے بھی ذرا نیچے ہے۔

اولیاءُ اللہ میں عام دیندار، شریعت کے پابند، اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لانے والے اور نافرمانی سے بچنے والے مسلمان بندے مراد ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہیں، کیونکہ یہ عین اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اور ان کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے والے ہیں، اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں ان کا ذکر فرمایا ہے ان لوگوں کا علم بھی صحیح تھا اور ان کا عمل بھی صحیح تھا، کیونکہ ان کا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے سچا اور پکا تعلق تھا، چونکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، صدیقین، شہداء اور صالحین یہ سب سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں، اسلئے یہی لوگ کامیاب ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کی بارش فرمائی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم سے سیدھا راستہ مانگتے ہو تو ان کے ساتھ رہو، جب تم ان کی صحبت میں رہو گے اور ان کا دامن تھامو گے، اور ان کی باتیں اپنے عمل میں لاؤ گے تو تمہیں بھی صراطِ مستقیم مل جائے گی۔

www.sukkurvi.com

﴿غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ﴾ کی تشریح

صراطِ مستقیم اِن لوگوں کا راستہ نہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن دو جماعتوں کا ذکر فرمایا جو صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور ہمیں اس بات کی تلقین کی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ اے پروردگار ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلنے سے بچایئے۔

پہلی جماعت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ﴿غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ﴾ میں کیا ہے یعنی جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا، اللہ پاک ان سے ناراض ہوئے اور اللہ پاک نے ان پر لعنت فرمائی، اس سے مراد یہودی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ میں آنے والی ہے، اور یہودیوں کو دین کا صحیح علم تھا لیکن دنیا کی لالچ کی وجہ سے وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے خلاف دیدہ ودانستہ عمل کرتے تھے، جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے برحق پیغمبر ہیں لیکن پھر بھی ان کی توہین کرتے تھے، یہاں تک کے قتل بھی کر دیا کرتے تھے، آسمانی کتابوں کے بارے میں جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں ہیں لیکن اس کے باوجود اس میں چند پیسوں کی خاطر تحریف کر لیا کرتے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے برحق احکامات چند پیسوں کی خاطر چھپا لیا کرتے تھے، ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنا بدتر تھا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور ہمیشہ کے لئے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی۔

دوسری جماعت کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ﴿وَلَا الضَّآلِّیۡنَ﴾ میں کیا ہے یعنی وہ لوگ جو سیدھے راستے سے بھٹک گئے، اس سے مراد عیسائی ہیں، یہودیوں کے بعد جو قوم دنیا میں وجود میں آئی وہ عیسائیوں کی تھی، اور یہ اس لئے بھٹک گئے کہ اوّل تو ان کو دین کا صحیح علم نہیں تھا اور جو کچھ صحیح علم تھا اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے عبادت کے نئے نئے طریقے گھڑ لئے اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیا، اس طرح یہ بھی

www.sukkur.com

صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے عبادت کا کوئی نیا طریقہ نہیں بنانا چاہئے، بلکہ من جانبِ اللہ جو طریقہ بتایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو طریقہ بتائیں اسی پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ وہی صراطِ مستقیم ہے، ورنہ عبادت کی نیت سے اور اچھی سے اچھی نیت سے بھی اگر کوئی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعلیم چھوڑ کر اپنے طریقوں پر چل پڑے گا تو وہ بھٹک جائے گا، جیسے عیسائی بھٹک گئے۔

عیسائیوں کے جو پادری ہوتے ہیں انہیں راہب کہتے ہیں، یہ راہب بعض مرتبہ جنگلوں، پہاڑوں اور جزیروں میں رہتے تھے، اور بڑی پُرمشقت طریقوں سے عبادت کیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو دنیا سے بالکل الگ تھلگ رکھتے تھے جس کو رہبانیت کہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ منکرات سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور طرح طرح کے گناہوں اور غلطیوں میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے یہ لوگ بھی صراطِ مستقیم پر قائم نہیں رہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ نہ تو یہودیوں کا راستہ صراطِ مستقیم ہے اور نہ ہی عیسائیوں کا راستہ صراطِ مستقیم ہے بلکہ صراطِ مستقیم صرف انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا راستہ ہے اور پھر ان کے متبعین میں سے صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے۔

صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے تین کام ضروری ہیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو اہم باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو ساری زندگی ہمیں یاد رکھنی چاہئیں، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ مرتے دم تک صراطِ مستقیم پر رہے جو بہت بڑی کامیابی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہماری اولاد و نسل کو اسکی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اس کے لئے تین کام زندگی بھر کرتے رہنا ضروری ہیں۔

①... ایک گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا کہ یا اللہ مجھے اور میری اولاد ونسل کو اور میرے سارے احباب کو ہمیشہ صراطِ مستقیم پر قائم رکھنا اور راہِ سنت پر قائم رکھنا اور ہمیشہ ان کاموں کی توفیق دینا جن سے آپ راضی ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کاموں سے بچنے کی توفیق دینا جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں، کیونکہ جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہوگا اس وقت تک ہم سے کچھ نہیں ہوسکے گا، ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[1] یعنی ''اور تمہارے پروردگار نے فرمایا مجھ سے مانگو میں دعا قبول کروں گا'' تو زندگی بھر ان سے ہدایت، صراطِ مستقیم اور نیک اعمال کی توفیق مانگنی چاہیے۔

②...دوسرا کام یہ کہ نیک صحبت اختیار کریں، کیونکہ اللہ پاک نے دنیا میں جو کتابیں نازل فرمائی ہیں وہ صرف چار ہیں اور صراطِ مستقیم سکھانے اور بتانے کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، اس میں اس طرف اشارہ فرما دیا کہ ہمارے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی صحبت میں رہو گے تو تمہیں یہ صراطِ مستقیم نصیب ہو جائے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علم پر عمل کرنے کے لئے بھی نیک صحبت اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اسی لئے اللہ پاک نے کتابیں بھی نازل فرمائی ہیں اور نیک لوگوں کا سلسلہ بھی اس دنیا میں قیامت تک جاری فرمایا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے اگر واقعۃً صراطِ مستقیم کے طالب ہیں تو ان کے لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت میں رہیں جو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔

③...تیسرا کام یہ ہے کہ بُری صحبت سے بچیں، نیک صحبت اختیار کرنا یہ دوا ہے

---

(۱) سورة غافر الآية (٦٠).

www.sukkurvi.com

اور بُری صحبت سے بچنا یہ پرہیز ہے، جیسے جسمانی امراض میں دُعا، دَوا اور پرہیز ضروری ہے اسی طرح روحانی بیماری کے علاج کے لئے بھی دُعا، دَوا اور پرہیز ضروری ہے، بہر حال یہود و نصاریٰ کے طریقوں سے بچو، کیونکہ وہ نفس و شیطان کے بہکاوے میں آ گئے، اور گمراہ ہوگئے، اور تم ایسے لوگوں سے دور رہو جو نفس و شیطان کے پیروکار ہیں، اور نیک صحبت اختیار کرو۔

صراطِ مستقیم کی بار بار دعا مانگنے میں حکمت

یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے ایک ہی دعا کو بار بار مانگنے کی آخر کیا وجہ ہے؟ اس کی دو وجہ ہیں۔

①... ایک وجہ یہ ہے کہ بار بار صراطِ مستقیم کی دعا اس لئے کرتے ہیں کہ ہم مرتے دم تک اس پر قائم رہیں، یہ نہیں کہ ایک دو دن صراطِ مستقیم پر چلیں اور پھر نفس و شیطان کے طریقے پر چل پڑیں، تو صحیح معنیٰ میں صراطِ مستقیم پر چلنا یہ ہے کہ جب چلیں تو مرتے دم تک چلیں اور ہمیشہ اس پر قائم و دائم رہیں، اور مرتے دم تک ہمیں صراطِ مستقیم نصیب رہے، اسی میں فلاح و کامیابی ہے، ورنہ کچھ دن چل کر بھٹکنے سے کام خراب ہوگا، تھوڑا بہت تو یہودی، عیسائی بھی چلے تھے لیکن آخر وہ صراطِ مستقیم سے ایسے ہٹے کہ دنیا و آخرت میں تباہ و برباد ہوگئے۔

②...دوسری وجہ یہ ہے کہ صراطِ مستقیم کسی ایک عمل میں یا کسی ایک کام میں کافی نہیں ہے، بلکہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ہے، ہمارے ہر قول و فعل میں اور ہماری زندگی کے ہر عمل میں صراطِ مستقیم کی ضرورت ہے، افراط و تفریط والا راستہ یہود و نصاریٰ کا راستہ ہے جو غلط اور گمراہی کا راستہ ہے، جبکہ دین اسلام کا راستہ صراطِ مستقیم ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہے۔ اسی لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر صراطِ مستقیم عطا

www.sukkurvi.com

فرمائیں، گھر پر ہوں تو صراطِ مستقیم پر رہیں، دکان میں ہوں تو صراطِ مستقیم پر رہیں، بیمار ہوں تو صراطِ مستقیم پر رہیں، صحت مند ہوں تو صراطِ مستقیم پر رہیں، جوانی میں اور بڑھاپے میں، شادی سے پہلے بھی اور بعد میں بھی، برادری میں بھی، خاندان میں بھی، یار دوستوں میں بھی اور اکیلے میں بھی صراطِ مستقیم پر قائم رہیں، لہٰذا ہم ہر جگہ صراطِ مستقیم کے محتاج ہیں، اس لئے ہمیں نماز کی ہر رکعت میں **سورۂ فاتحہ** پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، کہ تم ہر وقت، ہر دم اور ہر جگہ صراطِ مستقیم کے محتاج ہو، لہٰذا بار بار تم اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم مانگو تو تمہیں صراطِ مستقیم ملے گی، جس پر چل کر کامیابی ہوگی، اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوگی، اس لئے صراطِ مستقیم کی دعا مانگنے سے پہلے اقرار کرایا کہ ہم سے مدد مانگو، یہ تمہارے بس کی بات نہیں کہ تم صراطِ مستقیم پر از خود صحیح صحیح عمل کرسکو، اس میں تم ہماری مدد کے محتاج ہو، ہم مدد کریں گے تو یہ تمہارے لئے پھول کی طرح آسان ہوگی، پھر ان حضرات کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کی جو صراطِ مستقیم پر فائز ہیں، اور یاد رہے اسی صراطِ مستقیم کا دوسرا نام اعتدال ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو ہر جگہ اعتدال عطا فرمادیں، یہ ظاہراً انتہائی مشکل کام ہے، کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

اس کے لئے اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے، کیونکہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتے ہیں، چونکہ ان کو صراطِ مستقیم نصیب ہے تو جو ان کی راہنمائی میں چلتا ہے اس کو بھی صراطِ مستقیم نصیب ہو جاتی ہے، اور پھر زندگی کے ہر موڑ پر ان کی طبیعت میں اعتدال آجاتا ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو تو پھر آسان ہے۔

www.sukkurvi.com

سورۂ فاتحہ کو قرآنِ کریم کے شروع میں رکھنے کی حکمت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اس سورت کے تعارف میں فرماتے ہیں: ''سورۂ فاتحہ نہ صرف قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب میں سب سے پہلی سورت ہے، بلکہ یہ وہ پہلی سورت ہے جو مکمل طور پر نازل ہوئی ہے، اس سے پہلے کوئی سورت پوری نازل نہیں ہوئی، بلکہ بعض سورتوں کی کچھ آیتیں اُتری تھیں۔ اور اس سورت کو قرآنِ کریم کے شروع میں رکھنے کا منشا بظاہر یہ ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم سے ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہو، اُسے سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی صفات کا اقرار کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ایک حق کے طالب کی طرح اُسی سے ہدایت مانگنی چاہئے، چنانچہ اس میں بندوں کو وہ دعا سکھائی گئی ہے جو ایک طالبِ حق کو اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے، یعنی سیدھے راستے کی دعا۔ اس طرح اس سورت میں صراطِ مستقیم یا سیدھے راستے کی جو دعا مانگی گئی ہے، پورا قرآنِ کریم اس کی تشریح ہے کہ وہ سیدھا راستہ کیا ہے؟''[۱] وہ قرآنِ کریم ہے، آگے اسکے جتنے بھی احکام آئیں گے ان میں جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ کرتے رہیں اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچتے رہیں، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

سورۂ بقرہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس صراطِ مستقیم کی مزید تشریح آئے گی، اس میں یہودیوں کے اعمال اور کوتاہیوں کی تفصیل ہوگی، عیسائیوں کے اعمال اور ان کے طرزِ عمل کا ذکر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے صراطِ مستقیم کو حاصل کرنا اور اس پر قائم رہنا آسان فرمائیں، اور ہمیں اس سورت کی برکتوں سے مالا مال فرمائیں اور اپنے فضل سے اس

(۱) "آسان ترجمۂ قرآن" ص ۳۷

www.sukurvi.com

سورت میں جو دعا سکھائی گئی ہے، وہ ہمارے اور ہماری نسل کے حق میں قبول فرمائیں، اور مرتے دم تک صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھیں۔

آمین ثم آمین۔

www.sukkurvi.com

تصنیفات: حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

درسی شروحات

- مسلم شریف کی آسان شرح
- مشکوٰۃ المصابیح کی آسان شرح
- مقدمۂ مشکوٰۃ کی آسان شرح
- شرح نخبۃ الفکر کی آسان شرح
- تقریبُ النووی کی آسان شرح
- سنن ابن ماجہ کی آسان شرح (زیر ترتیب)

رسائل نماز، روزہ وزکوٰۃ

- وضو درست کیجئے
- مسائلِ غسل
- کامل طریقۂ نماز
- خواتین کا طریقۂ نماز
- نماز کی بعض اہم کوتاہیاں
- نمازِ فجر اور ہماری کوتاہی
- صف بندی کے آداب، فضائل اور مسائل
- کرسی پر نماز کے مسائل
- صلاۃ التسبیح کے فضائل ومسائل
- نمازِ جنازہ
- ماہِ رمضان کے فضائل ومسائل
- رمضان المبارک کے فضائل وبرکات
- ماہِ رمضان کی دعائیں اور معمولات
- تراویح کے اہم مسائل
- مسائلِ اعتکاف
- زکوٰۃ کے فضائل ومسائل

رسائلِ حج وعمرہ

- حجِ فرض میں جلدی کیجیے
- حج کی تیاری
- حج کے فضائل
- حج اور عمرہ
- خواتین کا حج
- حج کے ضروری مسائل
- عمرہ کا آسان طریقہ
- عمرہ کا آسان طریقہ قدم بہ قدم
- دعائے عرفات
- دعاءِ والہانہ
- سلام پیش کرنے کا طریقہ
- درود وسلام کا حسین مجموعہ

دیگر اہم فقہی رسائل

- زیورات کے مسائل
- رسائل جمعہ
- نکاح کی چند باتیں
- موبائل فون کی نعمت اور ضروری احکام
- خواتین کا پردہ
- آدابِ سفر
- عید الفطر اور صدقۃ الفطر کے فضائل ومسائل
- موت کے وقت کی بدعات اور رسمیں
- وصیت کی اہمیت اور اس کے لکھنے کا طریقہ
- تقسیم وراثت کی اہمیت
- قربانی کے فضائل ومسائل
- جہاد کا عظیم ثواب
- دعا کی اہمیت اور اس کے آداب
- فقہی رسائل (پانچ/ ۵ جلدیں)
- فتاویٰ سکھروی
- تمرینِ افتاء کی ہدایات

اصلاحی وتربیتی تصنیفات

- چالیس گناہ
- مجالسِ مفتی اعظم
- اصلاحی بیانات (گیارہ/۱۱ جلدیں)
- درسِ حیات المسلمین
- خطباتِ سکھروی (چار جلدیں)
- سوانح حیات حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی صاحبؒ
- روزانہ کے معمولات
- عمل مختصر اور ثواب زیادہ
- اپنی اصلاح کیجئے
- امتِ مسلمہ کا عروج وزوال کا اصل سبب
- صدقہ جاریہ کی فضیلت
- غیبت ایک سنگین گناہ
- چند نیکیاں اور ایصالِ ثواب
- توبہ واستغفار
- باطن کے تین گناہ
- مسلمانوں کی مدد کیجئے
- ٹی وی اور عذابِ قبر
- مسلمانوں کے چار دشمن
- ہمارے تین گناہ
- ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات
- گانا سننا اور سنانا
- ماہِ محرم کے فضائل
- آدابِ طالبِ علم
- مہمان نوازی کے آداب
- حلال کی برکت اور حرام کی نحوست
- وعدہ خلافی کا گناہ
- توہینِ رسالت اور گستاخانِ رسول ﷺ کا بدترین انجام
- تسلی کی باتیں
- دو شیخ

www.sukkurvi.com

مکتبۃ الاسلام کراچی